الہامی مذاہب میں خاندان کا تصور۔ایک تحقیقی جائزہ

The Concept of Family in the Divine Religions - A Research Review

* محمد بابر علی: پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

** ڈاکٹر ارم سلطانہ: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

Human being is social by nature. Only a strong family system can make and save the fabric of human society. In fact Family is a building block of societal structure. For its significance Devine guidance has been given about it. It is necessary to explain and analyze the topic in the light of the teachings of Semitic religions i.e. Judaism, Christianity and Islam. In the following article concept and importance of family is highlighted and characteristics of Islamic family system has also been differentiated. It has also discussed the norms of prevailing family system of the followers of Semitic religions and causes of its deterioration. Lastly it has also emphasized the need to review family laws under the light of religion despite of secular standards being exercised in modern societies.

Keywords:*family system, human society, societal structure, Devine guidance.*

موضوع تحقیق کا تعارف

یہ بات روزروشن کی طرح عیاں اور مسلمہ حقیقت ہے کہ خاندانی نظام کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا انسان کا اپنا وجود۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان طبعی طور پر معاشرت پسندی اور اجتماعیت کا دلدادہ ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر مختلف عناصر کو جمع کر دیا ہے جس کی بناء پر یہ اکیلا رہنا پسند نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ انسان اجتماعیت اور معاشرت پسند ہے۔نیز اللہ تعالیٰ نے جنسِ انسانیت میں خاص طور پر محبت کا عنصر رکھ دیا جس کی وجہ سے انسان ایک دوسرے انسان کے دکھ درد میں نہ صرف شریک ہوتا ہے بلکہ دوسرے کے مصائب و آلام کو اپنے لیے آزمائش قرار دیتا ہے اور اس کے

مقابلے کے لیے بھرپور کوشش کرتا ہے۔ خاندان اور معاشرے کا ہر فرد دوسرے سے محبت والفت رکھتا ہے، یہی چیز ایک خاندان اور معاشرے کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ سے رازرہی ہے۔ نیز زمانہ قدیم سے تمام افراد خاندان و معاشرہ ایک دوسرے سے مددوتعاون کاسلوک روا رکھے رہے ہیں اور ایک دوسرے کی حفاظت ونگرانی کو اپنا شیوہ قرار دیتے تھے۔ قرآن مجید بھی نیکی کے معاملے میں اسی باہمی تعاون کی تلقین کرتا ہے۔ خاندان کی تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ ہمیشہ سے ہر خاندان کا کوئی نہ کوئی مسئول، امیر یا حکمران رہا ہے، جس کی نگہبانی اور نگرانی میں تمام افراد خاندان زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ جیساکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر دریا عبور کرنا چاہا تو ہر قبیلے کے لیے علیحدہ علیحدہ راستہ بن گیا جن کے ذریعے تمام قبائل نے دریا عبور کیا، فرعون اور اس کا لشکر دریا عبور کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو دوبارہ مل جانے کا حکم دیا جس سے فرعون اور اس کا پورا لشکر غرق ہوگیا۔ دنیا میں بہت سارے مذاہب موجود ہیں۔ جن میں سے بعض الہامی جبکہ بعض غیر الہامی مذاہب کہلاتے ہیں، ان دونوں طرح کے مذاہب میں کسی نہ کسی طریقے سے خاندان کا تصور موجود رہا ہے۔ عیسائیت اور اسلام کا شمار الہامی مذاہب میں ہوتا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں انہیں دونوں مذاہب کی تعلیمات کی روشنی میں خاندان کے تصور کو اجاگر کیا جائے گا۔

خاندان کا مفہوم اور اس کے عناصر ترکیبی

خاندان اردو زبان کا لفظ ہے جس کے لیے عربی میں اسرۃ اور انگریزی میں Family اور فارسی زبان میں خانوادہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ عرف عام میں کنبہ، قبیلہ اور برادری کے معنی میں مستعمل ہے۔[1] عربی زبان میں خاندان کے لیے استعمال ہونے والا لفظ "الاسرۃ" کا مادۂ اصلی "ا، س، ر" ہے جس کا مجموعہ "اسر" بنتا ہے، جو خاندان، قیدی، کسی چیز کو پوشیدہ رکھنا، مضبوطی اور پختگی، ترتیب و تنظیم[2] جیسے مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف درج ذیل ہے:

---

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، (۷۱۱ھ) لسان العرب، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء)، ۲۲۳/۴

Ibn e manzoor,Muhammad bin mukarram afriquee,(711h),lisaan ul arab,(daar ihyauturaas uo arabi,beroot,1988)223/4

[2] فیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، (۸۱۷ھ) القاموس المحیط، (مؤسسۃ الرسالہ، ط، رابع، ۲۰۰۵ء)، ۱/۱۱۳۷

Feroz abadi,majduddin Muhammad bin yaqoob,(817h),al qamoos ul muheet,(muassasatu rrisalah,2005),1/1137

اسرۃالانسان عشیرته ورھطه الادنون ماخوذمن الاسروھو القوۃ سموابذلک لانه یتقوی بھم-[1]

"اسرہ کا اطلاق انسانی خاندان، آل اولاد اور اس کے باپ کی طرف سے قریبی رشتے داروں پر کیا جاتا ہے۔ اسرۃ، اسر سے ماخوذ ہے اور اسر قوت کو کہا جاتا ہے۔ اور اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ انسان اپنی آل اولاد کے ذریعے قوت حاصل کرتا ہے۔"

عیسائیت میں خاندان کا تصور

مسیحی تعلیمات میں خاندان کو مذہبی تعلیم اور ایمان کو دوسری نسل تک پہنچانے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح مذہب سکھانے والے استاد کو قطعی والدین کا درجہ دیا گیا ہے جو کہ مذہب کو مجسم کرتے ہیں۔ لوقا میں ہے کہ دینی تعلیم دینے والے والدین ہی ہوتے ہیں جو مذہب کو مجسم کرتے ہیں۔(2) مسیحی خاندان ایک چھوٹا کلیسا ہے۔ ہر مسیحی خاندان کے لیے مسیحی ایمان کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ تیموتاؤس میں اسی اظہار کا مطالبہ کرتے ہوئے مرقوم ہے کہ ہر مسیحی خاندان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسیحی ایمان کا اظہار کرے۔(3) مسیحی خاندان ایک مکتب کی حیثیت رکھتا ہے جہاں ہر بچہ مذہبی و اخلاقی اقدار اور آدابِ معاشرہ سیکھتا ہے۔ خاندان کے افراد میں باہمی محبت اور فکر مندی کا ہونا لازمی جزو ہے۔ تکوین کے مطابق بچوں کی روحانی اور دنیاوی بہتری و تربیت کی فکر کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔[4] سیموئیل ۲ کے مطابق زوجین میں محبت کی کمی شادی کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔[5] سیموئیل ۱ کے مطابق زوجین کے لیے ایک دوسرے کی خامیوں کو برداشت کرنا کامیاب زندگی کی علامت ہے۔(6) متی میں ہے کہ خدا پر

---

[1] موسوعۃ الفقھیہ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشوؤن الاسلامیہ، کویت، ۱۴۱۸ھ، ۴/۲۲۳

[2] لوقا: ۴۹/۲

Looqa:2/49

[3] تیموتاؤس: ۸/۵

Temoos:5/8

[4] تکوین: ۵۸/۲۴

Takveen:24/58

[5] سیموئیل ۶: ۱۱/۲-۱۷

Semoyel 6:2/11-17

[6] سیموئیل ۲: ۲۵/۱۵

Same:15/25

بھروسہ کے ساتھ ازدواجی زندگی کی بنیاد خاندانی ہونی چاہیے۔[1] جدید عیسائی تعلیمات کی رو سے خدا کی ذات محبت کا انمول وانوکھا سرچشمہ ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں خدا کو محبت قرار دیا جاتا ہے۔ اور یہ عقیدہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسی محبت سے خدا نے اپنی شکل و صورت پر انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسی انسان میں سے نرو ناری کو پیدا کیا۔ خدا کی نظر میں مخلوق بہت اچھی ہے جسے وہ برکت دیتا ہے کہ مخلوق پھلے پھولے اور بڑھے۔ نیز مخلوق کو ہی تخلیق کی ذمہ داری بھی عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ تکوین میں ہے: ۲۸/۱ عیسائیت میں انسانی اور مسیحی سماج دونوں کی فلاح و بہبود کو مضبوط، تندرست وتوانا، صحت مندانہ ازدواجی اور خاندانی زندگی سے منسلک کیا گیا ہے۔ اور اس خاندانی و ازدواجی زندگی کا بانی خود خدا ہے۔ زندگی اور محبت کی گہری رفاقت سے جنم لینے والی ازدواجی حالت اور خاندانی زندگی کو خالق کائنات نے قائم کیا اور انہیں اپنے ہی قوانین بھی عطا کیے ہیں۔ کلام مقدس اور انسانی علم کی روشنی میں مردوزن کے میل ملاپ کی اہمیت و افادیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ جیسا کہ تکوین کے مطابق انسان کا اکیلا رہنا اچھا نہیں ہے۔[2] خدا نے مردوعورت کے ملاپ، نسل انسانی کی بڑھوتری اور زمین کو معمور و محکوم کرنے کے ارادے سے اپنی تخلیقی قوت انسان کو سونپ دی۔ مردوعورت کے مابین پاک بندھن، محبت، نکاح و شادی میں خاندان کو پروان چڑھاتے ہیں۔ نکاح کا پھل اولاد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو کہ اس باہمی بندھن کو مضبوط کرنے کا باعث بنتی ہے۔ خاندان ہر فرد کے لیے امن وسکون کا گہوارہ اور محبت کی آماجگاہ ہے جہاں پر ہر عمل میں محبت کی شراکت کا ظہور ہوتا ہے۔ عموماً محبت کو مردوعورت کے مابین ایک تعلق سمجھا جاتا ہے جبکہ میسحیت میں محبت مرد، خدا اور عورت کے مابین ایک رشتہ ہے۔ [3]

چونکہ عیسائی تعلیمات کے مطابق خدا محبت کے رشتے کو برقرار اور مضبوط رکھنے کی غرض سے مرد اور عورت کے درمیان ہے تاکہ محبت کا یہ رشتہ ٹوٹ کا شکار ہونے کی بجائے ہمیشہ بندھا رہے اور مردوعورت خدائی تائید و نصرت سے اس رشتے کو استوار رکھتے ہوئے اچھے خاندان کی تشکیل کر سکیں۔ اگر محبت کا یہ رشتہ صرف مردوعورت کے درمیان ہی تصور کیا

---

[1] سیموئیل ۲: ۲۵/۱۵

Same:15/25

[2] تکوین: ۱۸/۲

Takveen:2/18

[3] اچھا چرواہا، پاک نکاح کا ساکرامنٹ اور خاندانی زندگی، شمارہ نمبر ۲، نومبر ۲۰۱۸ء، ۵۳/۲

Acha charwaha,pak nikah ka sacrament aur Kandaani zindagi,shumara(numer 2,November 2012), 2/53

جائے تو بسا اوقات یہ رشتہ مختلف وجوہات کی بناء پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے جس میں ایک فریق دوسرے سے زیادہ قصور وار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس رشتے میں مرد و عورت کے ساتھ ساتھ خدا کو بھی شریک سمجھا جائے تو خدا اس رشتے کو کبھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ عہد عتیق کی طرح عہدِ جدید میں بھی خاندان کا تصور نہایت غیر واضح ہے۔ یہاں یونانی کی چند اصطلاحات کا اردو ترجمہ خاندان، گھرانہ اور کنبہ کیا گیا ہے۔ یونانی لفظ ''Syngeneia'' کا معنی ہر جگہ کنبہ لیا گیا ہے اور اس سے کہا کہ اپنے ملک اور اپنے کنبے سے نکل کر اس ملک میں چلا جا جسے میں تجھے دکھاؤں گا۔ [(1)] لفظ Patrea یونانی عہد نامہ میں تین مرتبہ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ اولاد، گھرانہ اور خاندان کے مختلف الفاظ میں کیا گیا ہے۔ مثلاً لوقا میں اسی لفظ کا معنی اولاد [(2)]''اعمال'' میں گھرانہ اور خاندان کیا گیا ہے۔ [(3)] اعمال میں لفظ Genos کا ترجمہ بھی گھرانہ ہی کیا گیا ہے۔([4]) جبکہ دیگر جگہوں پر نسل([5])۔ اسی لفظ کا ترجمہ قوم بھی ہے۔([6]) اور پیدائش بھی۔([7]) اسی طرح یونانی اصطلاحات Oikos اور Oikia کا ترجمہ بھی گھرانہ کیا گیا ہے۔ یہ عہد نامہ جدید کے اردو ترجمے میں ۲۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور لفظ ''خاندان'' صرف تین مرتبہ۔ ایک اور یونانی اصطلاح Patria کا ترجمہ بھی خاندان کیا گیا ہے۔ [(8)]

---

[1] ایضاً، اعمال: ۳:۷، ص: ۱۱۳

Same,amaal,3:7,P:113

[2] ایضاً، لوقا: ۲:۴

Looqa:2/4

[3] اعمال ۳:۲۵

Amaal:3/25

[4] ایضاً ۲:۶

Same:6/2

[5] اعمال ۷:۲۸

Amaal:7/28

[6] مرقس ۷:۲۶

Muraqqas:7/26

[7] اعمال ۴:۳۶

Amaal:4/36

[8] اچھا چرواہا، شمارہ ۲۰۰۴ء، ۱۱/۲۶

Acha charwaha,shumara number 2,(2004),26/11

PATER کی اصطلاح

عہد جدید میں خاندان کا واضح تصور باپ ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہاں خاندان قبیلہ کی بڑی اکائی ہے اور دادا، پردادا کی صورت میں وسیع تر ہوتے ہوئے تمام عالم کے معنی سمیٹ لیتا ہے۔ اسی نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے پولوس رسول کہتا ہے: "اسی سبب سے میں باپ کے حضور دوزانو ہوتا ہوں جس سے آسمان میں اور زمین پر ہر خاندان نامزد ہے۔" [1] اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر خاندان اور گھرانہ کی پشت پر ایک باپ PATRA ہے۔ اس کے علاوہ خاندان کا تصور اہل ایمان تک بھی محدود ہے۔ [2]

گھرانہ

پہلی صدی عیسوی میں رومی، یونانی، اور یہودی دنیا میں جو معاشرتی یک جہتی تھی وہ مخصوص خاندان کی بجائے گھرانے پر مشتمل تھی۔ اس میں خداوند [3] مالک [4] یا خاندان کا سربراہ (باپ) بیوی بچے تھے بلکہ خاندان کے تابع لوگ یعنی ملازم اور دیگر اشخاص باہمی مفاد کی خاطر رضاکارانہ طور پر گھرانہ میں شامل ہو جاتے تھے۔

گھر اور گھرانے کی مذہبی اہمیت

ابتدائی کلیسیا کی ترقی واستحکام میں گھر اور گھرانہ بری اہمیت کا حامل تھا۔ یہودیوں کے گھر تو پہلے ہی مذہبی سرگرمیوں کے مرکز تھے۔ عید فصح کے کھانے، ہفتہ وار عشائیہ وعبادات اور تعلیم وغیرہ کا انعقاد گھر پر ہی ہوتا تھا۔ ابتدائی مسیحی بھی اسی نظام کو اپنا چکے تھے۔ وہ گھر گھر روٹی توڑا کرتے تھے۔ [5] یروشلم کی کلیسیا میں تعلیم گھروں میں دی جاتی تھی۔ [6]

---

[1] افسیوں ۳: ۱۴

Afsiun:3/14

[2] افسیوں ۲: ۱۹

Same:2/19

[3] متی ۲۵: ۱۱

Mati:25/11

[4] متی ۱۸: ۲۵

Same:18/25

[5] اعمال ۲: ۶۴

Amaal:2/64

[6] ایضا ۲۰: ۲۰

Same:20/20

ایسا لگتا ہے کہ گھروں میں تعلیم دینے کے لیے سوال جواب تھے جن میں مسیحی گھرانے کے فرائض شامل تھے۔[1] یونانی شہروں میں بھی کلیسیا کی بنیاد اور نشوونما میں گھرانے کا کردار بہت اہم ہے۔ کلیسیا میں شامل ہونے والے پہلے غیر یہودی لوگ، قرنیلس کے رشتہ دار اور دوست تھے۔[2] فلپی کے مقام لدیہ اور اس کے گھرانے نے بپتسمہ لیا[3] قید خانہ کے داروغہ اور اس کے پورے خاندان نے بپتسمہ لیا۔[4] پھر استیفنان کا خاندان[5] وغیرہ۔

گھر اور کلیسیا

عہد نامہ جدید میں گھر اور گھرانہ کے مذہبی کردار سے مسیحی گھرانہ اور کلیسیا میں چولی دامن کا تعلق نظر آتا ہے۔ خاندان اور گھرانے مذہبی رسوم، تعلیم اور اشاعتِ ایمان سے وابستہ تھے۔ اسی لیے یہی ابتدائی کلیسیا کے وجود اور نام کا باعث بنے۔ جیسے فیلمون کے گھرانے کی کلیسیا جو کلیسے میں تھی۔[6] لازقیہ میں نمفہ اور اس کے گھر کی کلیسیا[7] خادموں میں یعنی اسقف اور شماس وغیرہ کا انتخاب بھی انہی گھروں کے سربراہوں سے ہوتا تھا۔[8]

اصطلاحات کی مدد سے عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے بغور مطالعہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ خاندان کا اردو ترجمہ گھر، گھرانہ اور کنبہ یا قبیلہ کیا جاسکتا ہے۔ ان عہود میں خاندان کا تصور اور مفہوم بہت وسیع ہے۔ پدرسری نظام معاشرت

---

1 کلیسیوں ۳:۱۸

Kalisiun:3/18

2 اعمال ۱۰:۲۴

Amaal:10/24

3 اعمال ۱۵:۱۶

Same:15/16

4 ایضا ۱۶:۳۴

Same:16/34

5 قرنتیوں ۱۶:۱۵

Qarantiun:16/15

6 فلیموں ۱:۲

Faleemiun:1/2

7 کلسیوں ۴:۱۵

Kaleesiun:4/15

8 تیموتاوس ۷:۳

Temotaus:7/3

کی وجہ سے یہاں ہر فرد اور خاندان مخصوص شناخت و منزلت اس قبیلے کے سربراہ سے وابستہ ہے جس سے وہ گھرانہ اور قبیلہ قوانین ورسوم ہی اس کی سالمیت اور استحکام کا باعث ہیں۔ جس طرح عہد عتیق میں خاندان، گھرانہ اور قبیلہ موسوی شریعت کے مطابق پاک یہود کی مخصوص امت بنا اور اس کے فضائل سے مستفید ہوا۔ اُسی طرح عہد جدید میں خداوند یسوع کے ذریعہ ہر خاندان خدا سے وابستہ ہوا۔ مسیح خاندان اور گھرانے ہی ابتدائی کلیسیاکے مرکز اور اسکی شناخت بنے ۔انہی گھروں، گھرانوں کے کردار سر روح القدس کی تحریک پھل پیدا کرتی نظر آتی ہے۔

اسلام میں خاندان کا تصور

دینِ اسلام نے دیگر ادیان کے مقابلے میں خاندان کو بہتر طریقے سے باقی رکھا ہے اور اس کے استحکام کے لیے قوانین وضع کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیمات بھی دی ہیں۔ اسلام میں مرد وزن کے جائز تعلق کے لیے نکاح کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں رہبانیت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسی طرح جنسی تسکین کے حصول میں کھلی چھوٹ بھی نہیں دی گئی بلکہ جنسی تسکین کے حصول کے لیے گواہوں کی موجودگی میں عقدِ نکاح شرط قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق نکاح کے ذریعے ایک مضبوط خاندان وجود میں آتا ہے، جس کے تمام افراد کو جداگانہ ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے غفلت سے اجتناب کرنے کی بھرپور تاکید کی گئی ہے۔ اسلام خاندان کو ایک سماجی ضرورت قرار دینے کے ساتھ ساتھ دینی حیثیت سے بھی اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ قرآن مجید اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی نے خاندانی زندگی گزاری ہے اور اس کے تقاضے پورے کیے ہیں۔ اسی ضمن میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً (1)

"تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔"

خاندان کے عناصرِ ترکیبی:

خاندان کے عناصر ترکیبی درج ذیل افراد ہیں:

(1) شوہر (2) بیوی (3) اولاد (4) والدین (5) دیگر رشتہ دار۔

---

[1] سورۃ الرعد ۱۳:۳۸

Surah arrad:13/38

اسلام نے ان تمام کے حقوق بیان کرتے ہوئے ادائی کی تاکید کے ساتھ ان کی پامالی سے ڈرایا ہے۔اسلام میں خاندان سے متعلق تمام افراد کے حقوق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فرائض کی بھی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ حقوق و فرائض کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ صاحبِ حق کو حقوق کی پامالی سے بچانے کے لیے ہر فرد کا صحیح طریقے سے اپنے فرائض انجام دینا ضروری ہے۔مثلاً ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے بعد شوہر کے جو حقوق ہیں ان کا پورا کرنا بیوی کے فرائض کا درجہ رکھتا ہے۔اور بیوی کے حقوق کا شمار شوہر کے فرائض میں ہوتا ہے۔اسی ضمن میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [1]

"عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔"

اسی طرح والدین کے حقوق اولاد کے لیے فرائض کا درجہ رکھتے ہیں جبکہ اولاد کے حقوق پورے کرنا والدین کے لیے فرائض کی حیثیت کے حامل ہیں۔ذیل میں افرادِ خاندان کے حقوق بیان کیے جاتے ہیں:

شوہر کے حقوق

شوہر کے بیوی پر عائد حقوق کو درج ذیل دو اہم حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1) اطاعت:

بیوی کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا، شوہر کا حق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ [2]

"پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"

اس آیت میں ایک لفظ 'قانتات' آیا ہے۔ اس کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اللہ کی اطاعت اور شوہر کی اطاعت دونوں مفہوماً شامل ہیں۔اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے ہوتی ہے:

{قانِتَاتٌ} قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: يَعْنِي مُطِيعَاتٌ لِأَزْوَاجِهِنَّ"[1]

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۸

Surah albaqarah:2/228

[2] سورۃ النساء ۴:۳۴

Surah annisaa4:34

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک قانتات سے مراد شوہروں کی اطاعت شعار بیویاں ہیں۔[1]

رسول اللہ ﷺ سے بہترین عورت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ۔[2]

"وہ عورت جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو جائے، وہ اسے کسی چیز کا حکم دے تو اس پر عمل کرے اور اپنی ذات کے بارے میں یا اس مال کے بارے میں جو اس کی تحویل میں ہو، شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔"

اسی ضمن میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے بھی ایک روایت مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة۔[3]

"جس عورت کا انتقال اپنے شوہر سے حالت رضا میں ہو، وہ جنت میں جائے گی۔"

(2) حفظِ غیب

سورۂ نساء کی مذکورہ آیت میں نیک عورتوں کا دوسرا وصف 'غیب کی حفاظت' بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ حقیقتاً عورت پر شوہر کا دوسرا حق ہے۔ حفظ غیب سے مراد یہ ہے کہ بیوی پر لازم ہے وہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے نسب، آبرو، مال کی حفاظت، بچوں کی پرورش و پرداخت اور رازوں وغیرہ کی حفاظت کرے۔

بیوی کے حقوق:

---

[1] ابن کثیر، ابوالفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی، (۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم، (دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ط، ثانی، ۱۴۲۰ھ)، ۲/ ۲۹۳

Ibn e kaseer,abu al fida Ismaeel bin Umar al qarshi,(774h),Tafseer ul Quran al azeem,(daar teeba linashar wa tozee,1420h),2/293

[2] النسائی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، (۳۰۳ھ) سنن نسائی، (دار المعرفۃ بیروت، ط، خامس ۱۴۲۰ھ،) ، ۶/ ۳۷۷

Nisaai,abu Abdurrahman,ahmad bin shoaib(303h)sunan nisai,(daar al marifah beroot,1420h),baab ayyu nisaa kheir),6/377

[3] ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی الترمذی، (۲۷۹ھ) جامع ترمذی، کتاب الرضاعۃ، باب حق الزوج علی المراۃ (دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س، ن) ، ، ۳/ ۴۶۶

Termizi,Muhammad bin eisa(279h),Jamey termizi,(daar ihyauturaas uo arabi,beroot,)kitab urrazaah,bab haqi zoj alal marah),3/466

بیوی کے حقوق دراصل شوہر کے فرائض ہیں جن کا پورا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔اسلام نے نظام خاندان میں بیوی کے حقوق کی تائید کرتے ہوئے محفوظ کیا ہے، تاکہ شوہر اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر بے جا ظلم نہ کرسکے اور وہ نظامِ معاشرت میں اپنی فطری صلاحیتوں کو بہتر طریقے سے بروئے کار لاسکے۔ ان حقوق کو بھی درج ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1) معاشی حقوق (2) تمدنی حقوق

(1) معاشی حقوق

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات کا حامل دین ہے۔اور یہ ایک ایسا دین ہے جس نے مختلف طریقوں سے عورت کی معاشی حیثیت کو بھی مستحکم کیا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے بیوی کو حاصل ہونے والے تین حقوق اہم ہیں:

(الف) مہر: یہ عورت کا بنیادی حق ہے جو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔اس سے اسے کسی صورت میں محروم نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نکاح بغیر مہر طے کیے ہوئے کرلیا جائے تو بیوی مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے۔

(ب) نفقہ: اسی طرح شوہر کا بیوی کے نان ونفقہ کا بندوبست اور روزمرہ کی ضروریات پوری کرنا بھی بیوی کا حق ہے۔

(ج) وراثت: شوہر کے مال و جائیداد میں بیوی کا حصہ متعین ہے جس کی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے۔یہ بھی ایک ایسا حق ہے جس سے عورت کو کسی صورت میں محروم نہیں کیا جاسکتا۔

(2) تمدنی حقوق

اس سے مراد زوجین کے مابین پیش آمدہ معاملات ہیں۔ان میں شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔قرآن و حدیث میں اس کے واضح احکام موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ عَاشِرُوْهنَّ بِالْمَعْرُوْفِ-[1]

"ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔"

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إن أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا وألطفهم بأهله-[1]

---

[1] سورۃ النساء ۴:۱۹

Surah nisaa4:19

"اہل ایمان میں سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہوں۔"[1]

ازدواجی معاملات میں عورت کو بہت سے حقوق عطا کیے گئے ہیں؛ وہ شوہر کے انتخاب کا حق رکھتی ہے۔ کسی بالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس کے بچپن میں اس کا ولی اس کا نکاح کسی کے ساتھ کردے تو بالغ ہونے کے بعد وہ اسے فسخ کر سکتی ہے۔ شوہر کے عیوب یا اس کے ساتھ رہنے پر طبیعت کی ناپسندیدگی کی صورت میں حکمین یا عدالت کے ذریعے فسخ نکاح کا حق دیا گیا۔ طلاق اور بیوگی کی صورت میں اسے نکاح ثانی کا اختیار ہے۔ اسلامی قانون میں اس کی جان، مال اور عزت وآبرو کو مرد کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔

اولاد کے حقوق:

اسلام میں والدین کے حقوق کے ساتھ اولاد کے حقوق پر بھی زور دیا گیا ہے۔ والدین اگر سماج کی بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں تو اولاد اس اکائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس کی اہمیت یوں بھی ہے کہ اولاد ہی پر سماج کے ارتقاء کا انحصار ہوتا ہے۔ آج کی اولاد ہی کل کے والدین ہوں گے۔ اس لیے اگر ان کے حقوق کی ادائی سے غفلت برتی گئی اور صحیح خطوط پر ان کی پرورش اور تربیت نہیں کی گئی تو مستقبل کے سماج کا ارتقاء صحیح بنیادوں پر نہیں ہو سکتا اور اس میں بے اعتدالی اور عدم توازن نمایاں ہوگا۔ اولاد والدین کے لیے قدرت کا بہترین تحفہ، ان کا سرمایۂ حیات، آنکھ کی ٹھنڈک اور دکھ درد کا سہارا ہوتی ہے۔ وہ ان کے لیے دنیا میں فخر کا سامان اور آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث میں اولاد کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ چوں کہ اولاد سے انسان کی فطرت اور اس کی اپنی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے اور اسے ذاتی تسکین حاصل ہوتی ہے اس لیے وہ جبلّی طور پر اس کی خواہش رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ -[2]

انسانوں کے لیے عورتوں اور بچوں کی خواہش رکھی گئی ہے۔

---

[1] ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الایمان، استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، ۹/۵

Termizi,sunan termizi,kitab ul eman,bab istekmaal ul emanwzyadah wa nuqsan ,5/9

[2] سورۃ آل عمران ۳: ۱۹

Surah aal Imran3:19

اسی طرح قرآن مجید میں مختلف انبیاء، بالخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لیے دعا مذکور ہے۔ نیز اہل ایمان کی خواہشِ اولاد کو بھی سورۃ الاحقاف اور سورۃ الفرقان میں دعائیہ شکل میں بیان کیا گیا ہے ۔

اولاد سے انسان کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس جذبہ کو قدر و تحسین کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی ضمن میں صحیح بخاری کی حدیث ہے:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔[1]

" ایک بدّو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں، ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ نے تمھارے دل سے رحم دلی نکال دی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ [2]

"جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

اولاد کے، والدین پر درج ذیل حقوق عائد ہوتے ہیں:

ا۔ زندگی

اولاد کا اولین حق یہ ہے کہ اسے بوجھ نہ سمجھا جائے اور زندہ رہنے کے حق سے اسے محروم نہ کیا جائے۔ اس دنیا میں ہر متنفس اپنی روزی لے کر آتا ہے۔ اس لیے محض فقر و فاقہ کے ڈر سے انہیں زندہ نہ رہنے دینا شیطانی حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ-[1]

---

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن المغیرۃ الجعفی البخاری، (۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب العلم، بَاب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ (دار طوق النجاۃ، ط، اولی، ۱۴۲۲ھ)، ۱۵/۱۷۲

Bukhari,abu Abdullah Muhammad bin Ismaeel bin Ibrahim,(256h),Sahih bukhari, (daar toq annjaat,1422h),kitab ul elm,bab rahmatulwald wa taqbeeli,15/172

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، بَاب رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ، ۱۵/۱۹۶

Sahih bukhari,kitab ul elm,bab rahmat naas wal bahaem ,6013,15/196

"یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا۔"

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ۔[2]

"اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے، تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔"

زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ بتوں کے آستانوں پر ان کی قربانی پیش کرتے تھے، خاص طور سے بعض قبیلوں میں لڑکیوں کو زندہ در گور کر دینے کی رسم پائی جاتی تھی۔ قرآن نے اس کی مذمت کی اور اس سے روکا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا۔[3]

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ در حقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔"

جنسی تسکین کے معاملے میں اسلام نے اعتدال و توازن کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس نے نہ تو جنسی جذبہ کو دبانے اور کچلنے کی ترغیب دی ہے اور نہ کھلی چھوٹ دے دی ہے کہ اس کے لیے جو طریقہ چاہے اختیار کر لیا جائے۔ بالفاظ دیگر وہ نہ تو رہبانیت کا قائل ہے اور نہ اباحیت کا، بلکہ اس نے جنسی تسکین کے لیے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ پرورش

اولاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی اچھی طرح پرورش کی جائے، پیدا ہوتے ہی اس کا اچھا سا نام رکھا جائے، اس کی عمر کے مطابق خوراک اور لباس کا انتظام کیا جائے، اس کی دیگر تمام ضرورتیں پوری کی جائیں، یہاں تک کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۰

Surah All Imran3:10

[2] سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۷

Same3:173

[3] سورۃ الاسراء ۱۷: ۳۱

Surah israa17:31

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[1]

"جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدتِ رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔"

زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ اپنے بیش تر حقوق سے محروم رہتی تھیں۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے خاص طور سے ان کی پرورش وپرداخت اور خبر گیری پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنْ النَّارِ۔ [2]

"جو شخص ان بیٹیوں کی وجہ سے کسی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گی۔"

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس شخص کے یہاں بیٹی پیدا ہو، وہ نہ اسے زندہ در گور کرے، نہ اسے رسوا کرے اور نہ اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح دے، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ضروریات کا بقدر استطاعت خیال رکھیں، ان سے کسی حال میں غفلت نہ برتیں اور انھیں بے یار و مددگار نہ چھوڑیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ۔[3] "آدمی کی بربادی کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جن کے اخراجات کا ذمہ دار ہو۔"

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۳۲

Surah albaqarah2:232

[2] بخاری، صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب باب اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ، ۶۳۱/۳

Bukhari,Sahih bukhari,kitabu zakat,bab ittaqu naar,Hadith number1618,631/3

[3] ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی، (۲۷۵ھ)، کتاب الزکاۃ، باب فی صِلَةِ الرَّحِمِ، (دار الکتب العربی، بیروت، س،ن)، ۲/۵۹

Abu daood,suleman bin ashas sajastani,(275h),ktabu zakat,bab fi Silah Rehm, (daar ul kitab al arabi,beroot), 2/59

۳۔تربیت

اولاد کا تیسرا حق یہ ہے کہ ان کی اچھی طرح تربیت کی جائے۔ان کی ظاہری اور جسمانی نشو و نما پر دھیان دینے کے ساتھ ان کے اخلاقی وروحانی ارتقاء پر بھی توجہ دی جائے،انہیں دین کے راستے پر چلایا جائے اور غلط راہوں سے روکا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا-[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ-[2]

"مرد اپنے گھر والوں کا 'راعی' (نگراں) ہے اور اس سے اس کی نگرانی میں رہنے والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

اس حدیث میں 'راعی' کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی چرواہا کے آتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک چرواہا اپنے ریوڑ کی بکریوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ہے، ان کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے اور انھیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیتا،اسی طرح گھر کے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت تمام افراد کی دیکھ بھال کرے۔والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں میں اعلیٰ اوصاف اور بلند انسانی اخلاق پیدا کریں۔اسلام میں تربیت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔یہ اخلاقی تربیت، فنّی اور تکنیکی تربیت، دینی تربیت سب کو محیط ہے۔ والدین کو اپنے بچوں کی ہمہ جہت تربیت کی فکر کرنی چاہیے۔

والدین کے حقوق

انسان کا اپنے رشتہ داروں میں سب سے قریبی تعلق والدین سے ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اس دنیا میں اس کے وجود کا ذریعہ بنتے ہیں، بلکہ پیدائش کے بعد اسے پال پوس کر بڑا کرتے اور مکروہاتِ زمانہ سے بچاتے ہوئے زندگی کی دوڑ دھوپ میں

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲:٦٦

Surah albaqarah2:66

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العتق، باب کَرَاہِیَۃِ التَّطَاوُلِ عَلَی الرَّقِیقِ ،٦١٦/٦

Bukhari,Muhmmad bin ismaeel,Sahih bukhari,kitab ul itq,bab karahiat tatawul, 6/616

شامل ہونے کے قابل بناتے ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم میں والدین کا تذکرہ رشتہ داروں سے قبل کیا گیا ہے اور ان کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم علیحدہ سے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى ۔[1]

"اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔"

قرآن کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے جب مکمل اطاعت کا عہد لیا گیا تھا تو انہیں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی تھی:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ۔[2]

"یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔"

مذکورہ بالا دونوں آیات مقدسہ میں سب سے پہلے اللہ واحد کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور سماج کے دیگر افراد کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو کہا گیا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں یہی بات زیادہ زوردار انداز میں دہرائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔[3]

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

قرآن کریم میں دیگر مقامات پر بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے:

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲: ۳۶

Suarh albaqarah2:36

[2] سورۃ البقرۃ ۲: ۸۳

Suarh albaqarah2:83

[3] سورۃ الاسراء ۱۷: ۲۳

Surah israa17:23

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْلِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ-[1]

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔"

نیز سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۱۵ بھی اسی مضمون میں آئی ہے۔

ان آیات میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے، جس میں ماں باپ دونوں شامل ہیں، اگرچہ ماں کی تکلیفوں اور مشقتوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔ وہ دورانِ حمل بھی مشقت جھیلتی ہے، وضع حمل کے دوران بھی شدید اذیت سے دوچار ہوتی ہے اور پھر پیدائش کے بعد عرصہ تک دودھ پلاتی ہے۔ اسی لیے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا درجہ باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔

اسی ضمن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ-[2]

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ؐ نے جواب دیا: تمھاری ماں۔ یہ سوال انہوں نے تین بار دہرایا۔ آپ ﷺ نے ہر بار یہی جواب دیا۔ یہی سوال انھوں نے چوتھی بار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا یہ حکم عام ہے۔ لیکن بڑھاپے کی حالت میں ان کے حقوق ادا کرنے، دیکھ بھال کرنے اور اچھی طرح پیش آنے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ احادیث میں بوڑھے والدین کی خدمت کا درجہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر قرار دیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِى الأَجْرَ مِنَ اللَّهِ. قَالَ « فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ ». قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلاَهُمَا. قَالَ « فَتَبْتَغِى الأَجْرَ مِنَ اللَّهِ ». قَالَ نَعَمْ. قَالَ « فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا-[3]

---

[1] سورۃ لقمان ۳۱: ۱۶

Surah luqman31:16

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحبۃِ، ۱۵/۱۳۰

Bukhari,Muhammad bin ismaeel,kitab ul adab,bab man ahaq naas bihusne suhbah, ,15/130

[3] مسلم، مسلم بن حجاج، (۲۶۱ھ) صحیح مسلم، کتاب الادب، باب بِرّ الوالدین وانّھما احقّ بہ، ۵/۳۷۵

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر کی طلب میں آپ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں دونوں زندہ ہیں؟ آپؐ نے اس شخص سے پھر سوال کیا: کیا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو۔

جس شخص کو اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی توفیق ملی ہو اسے جنت کی بشارت دی گئی ہے اور جس شخص نے انھیں بڑھاپے میں پایا ہو، پھر بھی ان کی خدمت نہ کی ہو، اسے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم–« رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ ». قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ « مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ -[1]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک غبار آلود ہوئی، یعنی وہ ناکام و نامراد ہوا۔ حاضرین نے دریافت کیا: کون؟ اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپؐ نے جواب دیا: جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر بھی جنت میں داخل نہ ہو سکا۔"

بوڑھے والدین کے ساتھ جس طرح کا رویّہ مطلوب ہے اور ان کے ساتھ جس طرح پیش آنا چاہیے، اس کی بڑی موثر تفصیل قرآن کریم میں ایک جگہ ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا-وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا -[2]

"اگر تمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ "پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

Muslim,Muslim bin Hajjaj,(21h) ,Sahih muslim,kitab ul adab,bab birril waliden,Hadith number, 6671,5/375

[1] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الادب، باب رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیہِ اَوْ اَحَدَہُمَا عِنْدَ الْکِبَرِ فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ، ۳۸۱/۵

Muslim,sahih muslim,kitab ul adab,bab raghima alnfu,hadith number,6675,381/5

[2] سورۃ الاسراء ۱۷: ۲۳۔ ۲۴

Surah Israa17:23-24

حقوقِ والدین کے سلسلہ میں قرآن و حدیث میں جو تعلیمات مذکور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کا ہر حکم بجالایا جائے اور کسی معاملہ میں ان کی مرضی کے خلاف کام نہ کیا جائے، خواہ ان کا حکم طبیعت پر کتنا ہی گراں ہو اور ان کی مرضی کا کام کرنے میں کتنا ہی نقصان دکھائی دیتا ہو۔ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک مجلس میں ان سے فرمایا:

أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّورِ۔[1]

کیا میں تمھیں 'اکبر الکبائر' (سب سے بڑے گناہوں) کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر آپؐ نے جو چیزیں گنوائیں ان میں سے ایک 'والدین کی نافرمانی' تھی۔

والدین کا کہنا نہ ماننے کی صرف اسی صورت میں اجازت ہے جب وہ کسی ایسے کام کا حکم دیں جو دینی و شرعی اعتبار سے ناجائز ہو۔ان کی وہ بات تو نہیں مانی جائے گی، لیکن دیگر معاملات میں ان کے ساتھ حسب سابق خوش گوار تعلق رکھنا اور اچھا برتاؤ کرنا لازمی ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۔[2]

"لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہر گز نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔"

والدین کے حقوق کی ادائی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی مالی ضروریات پوری کی جائیں اور انھیں محتاجی کی حالت میں نہ چھوڑ دیا جائے۔عہد نبوی میں لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا خرچ کریں اور کس حد تک خرچ کریں؟اس کے جواب میں مقدار متعین کرنے کے بجائے مدّاتِ صرف کا تذکرہ کر دیا گیا اور ان میں سرِ فہرست والدین کو رکھا گیا:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔[3]

---

[1] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الدیات، باب قولِ اللہِ تعالیٰ { وَمَنْ اَحْیَاہَا } قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَہَا اِلَّا بِحَقٍّ، ۱۷/۲۵۱
Muslim,Sahih muslim,kitabu diyaat,bab wa man ahyaha, 17/251

[2] سورۃ لقمان ۳۱: ۱۵

Surah luqman31:15

[3] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۱۵

Surah albaqarah2:215

"لوگ پوچھتے ہیں : ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کروگے، اللہ اس سے باخبر ہوگا۔"

عموماً آدمی بیوی بچوں کی کفالت میں مصروف رہتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ والدین پر خرچ کرنے سے اس کا مال کم اور رہا تھ تنگ ہو جائے گا، اس لیے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی کفالت کرنے والے کی روزی میں کشادگی کی خوش خبری دی گئی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کی شکایت کی: اے اللہ کے رسول:

إن لي مالا وولدا . وإن أبي يريد أن يجتاح مالي .فقال: أنت ومالك لأبيك -[1]

" میرے پاس کچھ مال ہے، لیکن میرے بچے بھی ہیں، میرا باپ میرا مال خرچ کرنا چاہتا ہے۔ میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔"

ایک دوسری حدیث ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا: میری کفالت میں ایک بچہ ہے، کیا میرے لیے اس کے مال میں سے کھانا جائز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ-[2]

"آدمی کا سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو وہ اپنی کمائی میں سے کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہے۔"

والدین کے معاملہ میں صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کر دی جائے اور ان کے مادی تقاضے پورے کر دیے جائیں۔ یوں بھی عمر رسیدہ افراد کی مالی اور مادی ضروریات بہت محدود ہو جاتی ہیں۔ ان کی تو بس یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ان کے پاس کچھ وقت گزارے، ان سے باتیں کرے اور ان کی باتیں سنے، ان سے ہمدردی، اپنائیت اور محبت کا اظہار کرے، ان کی تکلیفوں کا ازالہ کرے اور انھیں آرام پہنچائے۔ اسلام کی مجموعی تعلیمات سے اس پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

---

[1] ابن ماجہ، محمد بن یزید ابو عبداللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب ماللرجل من مال ولدہ، ۷۶۹/۲
Ibn e majah,abu Abdullah Muhammad bin yazeed,sunnan ibn e majah,kitabu tejaraat,bab ma lirrajule min maae waldehi,2/769

[2] ابو داود، ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب ماللرجل من مال ولدہ، ۳۱۲/۳
Abu daood,sunan abi daood,kitab ul ijarah, bab ma lirrajule min maae waldehi, 3/312

خلاصہ بحث

معاشرے میں رہن سہن کے لیے انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اسی لیے انسانوں کا باہم مل جل رہنے کا نظام قدرتی طور پر بنایا گیا، جو کئی صدیوں سے رائج ہے۔ جس کے تحت انسان ایک معاشرے میں رہنے کے لیے دیگر افراد کے ساتھ تعلقات استوار کرتا ہے۔ اسی نظام کو مخصوص رشتے (میاں بیوی) میں ڈھالتے ہوئے اپنا ایک کنبہ تشکیل دیتا ہے جس کے لیے ایک مخصوص گھر کا انتظام کرتا ہے اور پھر اسی گھر کا منتظم بن کر، گھر کے نظام کو احسن طریقے سے چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نظام کو خاندان کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک انسان کے قریبی اور خونی رشتے دار شامل ہو سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انسانی معاشرے میں خاندان کا اطلاق افراد کے ایسے مجموعے پر ہوتا ہے جس میں مرد و عورت، اولاد، والدین اور دیگر رشتے دار شامل ہوتے ہیں۔ یہ تصور دنیا کے تمام مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ زیر نظر مقالہ میں عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں کا خاندان کے تصور کو واضح کیا گیا ہے۔

مصادر و مراجع

1.Jean, Pierre Bagot,how to understand marriage, Sem Press, ltd, Tottenham Road, London,
2. James. A Coriden, The Code of canon Law, Theological Publications India, Banglore, 1991,
3.P.N. Joshua, A Manual of law for Christians, The Punjab Religious Book Society Anarkali, Lahore, 1957-
4.Holy Bible (New American Bible) Catholic Edition Nelson 5.Publishers,1Peter,3:5-6, p.1350
6.Jewish encyclopedia,1901-1906